رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۳

REGISTERED. NO. A.783



سفید نہوتو قیمت واپس

جوبن لقمانی

بہار عمر جاتی ہے خزان کبھی نہ آنے کو
جوانی رونقی جاتی ہے کسی مجنون ہے کو

ایسی حالت میں یہ گولیاں منگائیے اور خود دستیاری حکم ہے
جب کسی بیچ اٹھائیے نہ فکر کیجئے دیر نہ لائق آفیس نہیں
ہوگی بلکہ دل و دماغ و جلس قوتو تمیز اضافہ و صفت کا ہر قسم جوہر
کیلئے صحت بدلتا ہے [illegible]

روغن لقمانی

[illegible]

طلائے عجیب

[illegible]

[illegible]

طلسمی گولیان

[illegible]

منگانے کا پتہ

دواخانہ عظمت العلاج لکھنؤ

فائدہ نہو تو قیمت واپس

[illegible]

روغن

[illegible]

جوبن سیک

[illegible]

نوٹ

[illegible]

مین شفا خانہ [illegible] لکھنؤ

رعایتی اعلان

[illegible]

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

(رجسٹرڈ) سفوف مراد

نامردی۔ جریان۔ سرعت و رقت کا بہترین علاج

[illegible]

(رجسٹرڈ) طلائے مسیحا

[illegible]

طلسمی سگریٹ مشین

[illegible]

طلسمی سگریٹ کیس

[illegible]

نو ایجاد دیا سلائی بکس

[illegible]

نو ایجاد ناخن تراش

[illegible]

جرمنی کے پختہ شکاری چاقو

[illegible]

نو ایجاد انگلش سیفٹی ریزر

[illegible]

[illegible]

جلد ۱۲ نمبر ۲۱

مضامین غیر

(۳ر جون سنہ ۱۹۲۷ء)

دعوئ بینی و چشم بر تملیک عینک

نیچرل شاعری کا نمونہ

ناک اور آنکھوں میں سن لو کہ دعوی جھگڑا ہوا ۔ ناک عینک کس کی ہے اور کون ہے مالک بھلا
کان تب دونوں طرف اسکے مقرر ہو گئے ۔ اور زبان نے کی وکالت جلد تا ہو فیصلہ
ناک کہتا ہے کہ عینک [illegible] ۔ نوٹ کرے یہ عدالت ملک کا ہے ادعا
اور ثبوت اسکا ہے یہ بینی ہے عینک ناک پر ۔ اتنی مدت سے نہیں تاریخ میں جسکا پتا
خود عدالت دیکھ لے عینک میں ہے ایسی ایک چیز ۔ دونوں طرفین کو نہیں ہونے دیتی ہے جدا
عینک کی چیز کے جم جاتی ہے ایسی ناک پر ۔ یا وہ پیر ہو زین جیسے کسی نے کس دیا
ایک گھوڑے سے زین کھسکی مگر رخصت ہو گئی ۔ ایسے پیچیدہ جو ہوں اس عقد والی بات کا
ایک کا دعویٰ اور [illegible] کر سکتے نہیں ۔ دوسرے کا بھی نہیں اس طرح کے قابل ذرا
ناک عینک کیلئے بیشک بنی ہے دہر میں ۔ اور عینک نے بھی ہے ناک کی خاطر لیا
ماسوا اسکے ہزاروں [illegible] ۔ ہر کہ و مہ جن کو ہے اچھی طرح سے جانتا
[illegible] بیداغ اسکا [illegible] ۔ آتی ہے بہ حقیقت یہ [illegible]
نقص ہے اس سے کبھی ہوتا نہیں بینائی میں ہے ۔ نقل یہ [illegible] کو کرتی نہیں ہے بے خطا
گھورنا کرنا اشارہ اسکا یہ شیوہ نہیں ۔ ناک اور [illegible] مذہب میں [illegible]
حرکتیں آنکھوں کی ہوتی ہیں مزا آتی ہے یہ ۔ وہ کہیں گر [illegible] کٹ جاتا ہے اسکا گلا
خاندان کی آبرو وابستہ اسکے دم سے ہے ۔ یہ خوشی [illegible] نہیں سکتی ہیں آنکھیں برملا
باپ ہے یہ نکتہ سر کا جس سے چلتے دماغ ۔ جسکی کوشش سے ہے علم و فن کا آئینہ جلا
باغ کے اندر ہیں گل اور یہ ہے خوشبو سونگھتی ۔ [illegible] میں [illegible] اسکو ملتا ہے مزا
قبل اسکے ہو کوئی جرم آنکھ کا داخل ہم ہیں ۔ گندی ہو یا پاک مجبوں کا یہ دیتی ہے پتا
سچ تو یہ ہے یہ نمو جو چہرہ پر ہے اگر ۔ کیسے استعمال ہو عینک بتا دیجے ذرا
پس با ستقرار حق قبضہ ملا ہو ناک کو ۔ بحث اب ہے ختم بس اتنی ہے میری التجا
[illegible] آنکھوں [illegible] اس بحث کا [illegible] ۔ ہلکو اس دعوے سے ہے انکار از سر تا پا
اپنا قبضہ ہے پرانا ملک ہے اپنی قدیم ۔ دیکھیے لیجے نقد عینک میں سے مشتق ہوا
ناک سے نسبت نہیں دیکھے کبھی اولاد کو ۔ قرۃ العینین نور چشم کہتا ہے بجا
کچھ نہیں تجسیس عینک ساز ہو یا ڈاکٹر ۔ قبل از تجویز عینک آنکھ ہی ہے دیکھتا
ناک کی پستی بلندی کو نہیں کچھ اس میں دخل ۔ اس میں ہو گر شک ابھی لاؤں [illegible] کو ملا

عہ حیدرآباد دکن کا مشہور ڈاکٹر۔

تال جو ہیں اصل عینک ہے ساتھ ہی
زندگی عینک کی وابستہ ہے دم سے ہے
جبکے آنکھیں ہی نہوں عینک ہے انکی یادگار
ناک کے ہونے نہونے سے نہیں کچھ ہم کو غم
دیکھتے ہر چیز میں ہیں صنع خالق کی جھلک
پائے بہرہ از حسن ظاہر با حسن معنوی
ذکر بینی سے سراسر خالی ہے ام الکتاب
آنکھ کی محتاج علم و فن کی تحقیقات ہے
ناک سے کوئی سبق حاصل نہیں ہوتا کبھی
سیر گیتی ہو نہیں سکتی ہے آنکھوں کے بغیر
لطف دنیا فوت ہے بے شبہ آنکھوں کے بغیر
گاڑیاں ٹکرائیں ہوں پامال انساں شل ہوں
کل تجارت ساری صنعت ساری حرفت بند ہو
کب [illegible] ہو
بوئے انسان [illegible] مشام [illegible]
ہم نہوں تو کوئی بچ سکتا دردوں سے نہیں
ہم نہوں تو خواب میں صورت نظر آتی نہیں
ہم تو سوتے میں بھی کانوں کو قوت دیتے ہیں
گوش [illegible] اسکو ہم ہرگز بچ سکتے نہیں
[illegible] دونوں تو ساتھ
پھاند کر دیوار آجاتی ہے جو ہوتی ہے چوری
پارسائی پر ہے اتنا ناز لیکن سوچیے
غور کیجے تو کچھ بھی اصل بینی کی نہیں
چھوڑ کر نقشہ [illegible] وہ سوئے دماغ
سنکے یہ تقریر بولے کان ہو کر یکزبان
کوئی بھی تم میں سے عینک کا نہیں مالک مگر
دونوں آنکھیں اسکی تابع ناک ہے زیر اثر
بس نہو تم کبھی عینک سے ہرگز منحرف

عہ دیکھیے [illegible]

کیا ہوا گر چہرے بانسے کا سہارا لے لیا
ہم نہ ہوتے تو عینک کو نہ کوئی پوچھتا
ناک اکیلی کب ہے عینک سے اٹھاتی فایدہ
ہم نہوں تو ناک کی جان پر ہے اندیشہ سوا
جلوۂ قدرت نظر آتا ہے ہر صبح و مسا
ہر دو حسن و قبیح [illegible]
بصر [illegible] قرآن میں آیا ہے
بیٹھے [illegible]
ہم ہیں ایک عبرت [illegible]
اور بغیر آنکھوں کے کب ممکن ہے [illegible]
چہرۂ فرزند و زن کیسے نظر آئے بھلا
غرق ہو کشتی کہیں اندھا اگر ہو نا خدا
ختم جب زندگی ہو ختم دورہ ارتقا
کب زمانہ میں ہوا اندھا کوئی فرمان روا
بس میں جس [illegible] انسان اسکو کہتا ہے روا
ہم نہوں تو [illegible] کی ہوں سب نقصان [illegible]
ہم نہوں تو [illegible] کا نہیں ملتا پتا
جیتے جی ہی ناک [illegible] کسی کو فایدہ
چونکہ ہر دن رات آوارہ [illegible]
تیسری جو ہے میلی وہ ہے آوارہ صبا
[illegible] رجحان یہ بینی کا باقی ہے ذرا
کس لیے حیران [illegible]
شانہ کو اسکے گلنے سے نہیں نقصان ذرا
درحقیقت شانہ کا ہے جی میں [illegible]
غور سے ہم نے سنا جو کچھ کہ دونوں نے کہا
خود ہے عینک دونوں کی مالک یہی ہے [illegible]
اسلیے عینک ہوئی مالک تمہاری بے خطا
کر دیا دو ٹوک یہ کانوں نے [illegible] فیصلہ

[illegible] کرانی وکیل

دیوان نوشاد

راجہ نوشاد علی خان مرحوم تعلقدار میلارائے گنج ہمارے صوبہ کے ایک مشہور رئیس تھے۔ آدمی خوش باش دوست پرور منکسر المزاج۔ آزاد خیال اور نکتہ رس تھے۔ انکے دھوم دھامی مشاعرے آجتک لوگوں کو یاد ہیں۔ "بڑھیوں کی زبانی جو کہانیاں ہم لوگوں نے سنی ہیں ان میں سے فیصدی پچہتر کی ابتدا یوں ہوتی ہے۔ "ایک تھا بادشاہ ہمارا تمہارا خدا بادشاہ۔ آنکھوں کی دیکھی کہتے نہیں۔ کانوں کی سنی کہتے ہیں۔ عذاب ثواب کہنے والے کی گردن پر۔ اس بادشاہ کو خدا نے سب کچھ دیا تھا۔ اس بادشاہ ہی تھا کمی کس بات کی تھی۔ مگر اولاد کی طرف سے پژمردہ تھا۔ ہزاروں گنڈے تعویذ ٹونے ٹوٹکے کیے اولاد نہ ہونا تھی نہ ہوئی"

مرحوم کا بھی یہی حال تھا۔ مال خدا کا دیا موجود تھا اور اب بھی بحسب قانون فطرت دوسروں کے قبضے میں ہے۔ مگر اولاد نہ ہونا تھی نہ ہوئی ہاں اختیار ہے کہ شعرا اپنے طبعزاد کلام کو اولاد کا صحیح قائم مقام سمجھتے ہیں ہم کہہ سکتے ہیں کہ مرحوم کی اولاد موجود ہے۔ شیخ محمد جان شاد مغفور کہتے ہیں ؎

اولاد نہیں گو بہ خدا بچہ تو نہیں ہے
دنیا سے اوٹھیں ہم تو نشانی کی جگہ ہے

اور دوامی بھی ہوتی ہے بشرطیکہ طبیعت کی نامناسبی بری کمائی کو بھی عاق کرتا اور گھر سے نکال دینا پسند نہیں کرتی۔ سو جب نوشاد مرحوم نے طبعزاد بچہ یعنی کلام میں سے بڑے بڑے شعر کہتے ہیں۔ یہ فرزند گرامی یعنی نوشاد پندرہ سولہ برس تک بھوتے میں پڑے رہے اب سعی انجمن اردو دبستان لکھنؤ جناب مرزا محمد عسکری صاحب بی اے نوشاد الہ آباد بصورت لباس میں باہر نکلے ہیں۔

اس دیوان کا دیباچہ راجہ محمد امجد سول خان صاحب بہادر سی ایس آئی تعلقدار جہانگیر آباد نے تحریر کیا ہے۔ یہ مختصر دیباچہ اس حسن کا مستوجب نہیں کہ اپنے منہ سے کہتا ہوں کہ "۔۔۔۔" انصاف کے ساتھ دیباچہ نگار نے کلام نوشاد پر تبصرہ کیا ہے۔ اگرچہ یہ دیباچہ حسن مذاق کی بین دلیل ہے لیکن تقسیم شاعری میں ترمیم کی ضرورت ہے۔ راجہ صاحب جہانگیر آباد فرماتے ہیں "شاعری کی اصل میں دو قسمیں ہیں ایک دماغی اور ایک قلبی۔ دماغی شاعری بجنسہٖ بے اثر ہو گی۔ مگر دل کی شاعری اثر میں ڈوبی ہو گی"

ہم کہتے ہیں شاعری کی تیسری قسم ہے "زبانی" جیسے ؎

شب موج و تازگی ہے سفر جانا زیعنی
کونسی طرح نقش ہے اثر فسانہ زیعنی
وہ ترعرع شی خون وہ تر حجرہ بالی
وہ بیاض صبح گردن وہ سرین ناز یعنی
وہ ہلاک تشنہ آئین کو فدا جو جیب کش
کہ یہ جس طرح وہم ناز بدم برا زیعنی
وہ بہم ستم کی خرش ہے جس سے قلب تم
کہ گداز جس سے ہیم جگر گداز یعنی
دل آرزو نگہدان پہ تیغ وصل عریان
رخ دل بیاد داد وہ ترک و تاز یعنی
وہ جہیزدہ مدور وہ گہر بستر مستول
دل تب میں پہ نعلان شجر بیاز یعنی

یہ غزل تمتع ہے علامہ تراز خسائی کرکے نقوش بریدہ مرض گردیدہ دیباچہ کی ہیں عروق قافت قابل عقود چشم پوشی نہیں خدا رکھے اس قسم لطیف کو جسکی بدولت "دنیائے ادب" کی آبادی روز بروز ترقی پر ہے۔ بہر صاحت ایک نیا موبد ابوادی رسائل کی گرد میں آنکھوں کو نظر آتا ہے۔ طرفہ یہ کہ وہ دوبھی ضامن نہیں ہوتا اور نقش پر نقش بیٹھتا چلا جاتا ہے۔ یہ نہیں معلوم کہ دیوان نوشاد بقیمت مناسب۔ اور انجمن اردو ۳ حکیم عبد العزیز روڈ لکھنؤ اس کی قیمت سے اپنا سرمایہ بڑھائیگی یا راجہ صاحب جہانگیر آباد مفت تقسیم فرمائینگے۔ فقط


ہندو سلطنت کی عاشقین
"جنگلی بچے بھنگی اور شعروں پر بھی دانت تیز ہو گئے"

دل سے تعلق ہے نہ دماغ سے بالکل۔ مگر ذہن سے نکلا وجہ نہ حواس سے۔ ایک تہ زود تازہ ایجاد ہے جس میں دل و دماغ کے تصرف کو مطلق دخل نہیں جو منہ میں آئے بکتا چلا جائے مثلاً ایک شاعر فرماتے ہیں ؎

شب موج و تازگی ہے سفر جانا یعنی

"شب موج و تازگی" کے معنی اور ردیف "یعنی" کا برمحل استعمال مثلاً فکر و تخیل نہیں۔ دل و دماغ کا احسان اوٹھائے آپ کی جا تکلم ہو تو ماشاءاللہ کہتے چلے جائیے۔ تحسین و آفرین کی صدا ہر طرف سے بلند ہو گی۔

ایک فرمائش ایک بڑا مسرت بات ہے

ضروری گزارش

خط و کتابت یا ترسیل زر چندہ کے وقت نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائیے۔ — منیجر

ادب لطیف

بندہ پرور انجات مورخہ ۲۰ مئی میں ایک "چلی گئیں" چھپی ہے۔ اس "چلی گئیں" کی مخاطبہ یا مشار الیہا مجہول ہے، مگر خواص اور علامات سے اوسکا پتا لگانا بہت دشوار نہیں۔ نظم دلچسپ ہے ملاحظہ فرمایئے۔ ہم سچ کہتے ہیں کہ ہمارا روزمرہ حال یہ نظم دنیائے ادب اردو میں ایک بے مثل اضافہ ہے "چلی گئیں" کی نسبت بحث وسیع ہے البتہ سلیقۂ سخن فہمی درکار ہے۔ ہم اپنی کم مائیگی و کوتاہ خیالی کے معترف ہیں ممکن ہے کہ "چلی گئیں" کی علامات کا صحیح مرکز جن سے پہلے جانے کا فعل سرزد ہوا ہماری عقل کی رسائی سے باہر ہو یعنی شاعر صاحب کے متصورات کچھ اور ہی ہوں تاہم ایک ظریف نامہ نگار نے نظم جواباً نس دے کے الفاظ کے کنویں میں گنگھولا ہے اسکا لحاظ فرمایئے۔ مطلع ہے ؎

وہ بے نقاب سامنے آکر چلی گئیں
بجلی سی میرے دل پہ گرا کر چلی گئیں

وہ کون؟ — پریاں — نہیں! چڑیلیں؟ — لاحول ولا قوۃ! ان کی آمد کے واسطے شب کا وقت مخصوص ہے اور شعر میں کوئی تخصیص نہیں۔ اچھا۔ سندھ والی! ان کا قیام بھی — ادن ہوں وہ بھی ہمیشہ مشغول و مصروف رہتی ہیں۔ اچھا بجلی کی والدہ؟ — ہاں ممکن ہے۔ مگر وہ جب آتی ہیں تو جز نقصان پہنچائے نہیں چھوڑتیں۔ بھلا وہ جھلک دیتا کیا جانیں۔ — روزنامہ زندگی جھلوں کی بات جدا گانہ ہے۔ خیر یہی سہی ؎

سینے میں سو رہی تھیں جوانی کی حسرتیں
نظروں کی بجلیوں سے جگا کر چلی گئیں

بجلیاں تو کوئی کسی کو جگاتا نہیں شاید مصرعہ یوں ہو ؎

پنکھوں کی زندیوں سے جگا کر چلی گئیں

آتی ہی اسی طرح جگاتی ہیں۔ تیسرا شعر ہے ؎

تھا صبر کی شراب سے لبریز جام دل
بیدردیوں کے ٹھیس لگا کر چلی گئیں

یعنی محتسب کی ذرہ بھر خدمت۔ چوتھا شعر ہے ؎

جادو سا کر رہی تھیں نشیلی نگاہ سے
سارے بھرم کو دبنا بنا کر چلی گئیں

ماخوذ از واقعات سابق اصغری بیگم حالی خدا جانے کون دیوی ؎

یونان کے شیخ و شنگ کا انداز کی طرح
ننھا سا ایک تیر چلا کر چلی گئیں

یہ کوئی عہد شاہی کی گرد ابیگنی تھی مگر تھی بدتمیز آخر ننھا سا کیوں چلایا۔ کیا بڑا سا میسر نہ تھا تیر ؎

ایک ایک کو کٹوری سی وہ سرشار انکھڑیاں
مستی کے دور دو جام پلا کر چلی گئیں

بے مروت اتنا ہی کرتی ہیں۔ دور دو پلانا جب سے تو بھاگ نکلیں۔ اتنا نہیں تو گریباں سی بجھن تک کا پلایا اور چرائی پر طبیعت ہیں ؎

دل کے دیرینہ جیت گویں شباب جوانی
درمان کا چراغ جلا کر چلی گئیں

کوئی شعلہ ہوگی ؎

میرے ہر ایک خیال کی دنیا بدل گئی
کچھ ایسا خواب مجھ کو دکھا کر چلی گئیں

یہ البتہ کوئی شغل تھی۔ ایسے خوابوں سے خیال کی دنیا ضرور بدلتی ہے مگر اسکے ساتھ ہی اکثر لنگی بھی بدلنی پڑتی ہے۔ لعنت بکار شیطان ؎

سینے میں ہلکی ہلکی نگاہوں کے وار سے
اک میٹھا میٹھا درد اٹھا کر چلی گئیں

مشار الیہا کوئی ڈائن معلوم ہوتی ہے۔ دیکھو ہر دو دماغ والی ؎

رنج و الم کے حسرت و ارمان بھر کے
کیا کیا کھلونے دل کو دلا کر چلی گئیں

ان میں ہے "ماتا اور شفقت" دل کا روگ ہوا نہیں تو یہ بجا۔ یہ سمجھنا یہ چوبے یہ مجسی۔ اور ہیں جلتے دو ایک کام سے جاتے ہیں ابھی آتے ہیں ؎

سرشار آنکھ نیند کی مستی خمار حسن
لاکھوں شرابیاں نہ لٹا کر چلی گئیں

آوارہ کلوان سے اور کیا توقع ہو سکتی ہے ؎

آنکھیں سی کھل گئیں کہ وہ منظر بدل گیا
پردہ سا سامنے سے اٹھا کر چلی گئیں

یعنی بی محل والی۔ لیکن ایک "سی" دو "سا" اور ایک "سے" منعکس کر بی محل والی نے فصاحت کو مرچیں بھی کھلادیں

یہ بڑا کیا پردے کا لگاوٹ تھا کہ منظر بدل گیا تو یہ ہر محلدار کا فرض ہے مگر کوئی محلدار مرچیں نہیں کھلاتا عشق سے ناجائز استفادہ ہے ؎

کعبہ کا راستہ ہے جو دل سے بھلا دیا
بیت الصنم کی راہ دکھا کر چلی گئیں

سنہ میں کا مسئلہ مذہبی ہے اسکا مقابلہ تبلیغ ہی کر سکتی ہے لہذا مشار الیہا کی تحقیقات ہم سے متعلق نہیں ؎

ان انکھڑیوں کی یاد میں اس طرح مست ہوں
گویا مجھے شراب پلا کر چلی گئیں

افسوس آنکھیاں بڑی نعمت ہیں۔ مگر تھی یہ کوئی بھکن انگور بیچنے آئی تھی خود چلی گئی انکھڑیاں بھلانے گئی مستی افزا چیز چھوڑ گئی بیمار بنا۔ گواہ یاد رہے ؎

رنگین لباس کی "نظر" شوبیاں نہ پوچھ
گل ہے اپنا رنگ جما کر چلی گئیں

یہ کوئی بیماری ہوگی۔ آشوب چشم میں ہلدی یا زعفران اور افیم کا رنگا ہوا کپڑا مفید ہے۔ مرد رسیدہ خانہ چشم پر اور کس کا رنگ جم سکتا ہے یوں بھی کہہ سکتے تھے کہ گھرا لگا کر چلی گئیں ؎

دہرا رہا ہوں ابتک انہی کے خیال کو
اللہ کیا سبق وہ پڑھا کر چلی گئیں

استانی جی یا استانی جی!! الف زبر آ زیر ا پیش اُ۔ وال جیٖں ڈیل ورے ؎

وہ جس طرف چلی ہیں اُدھر ہوں چلا ہوا میں
گویا وہ چلتے چلتے بلا کر چلی گئیں

کسے باشد مگر شاید چھچھوندوں کا ذرہ نا ہاتھ میں تھا یا کوئی جادوگرنی ہو ؎

مجھکو کہ پہلے اپنی نظر میں کچھ اور تھا
کچھ اور سے کچھ اور بنا کر چلی گئیں

متعلق ہے "بھول" کے تیوہار۔ مقطع سینے اور جان چھوڑیے ؎

کب آئیں کب گئیں مجھے اختر خبر نہیں
ہاں اتنا ہوش ہے کہ "بس" آکر چلی گئیں

اتنی بسم باتوں کی ہم نے شرح کی اب ایک کا آپ بھی لگایئے شعر خود اپنے معانی کا ذمہ دار ہے۔ اگر آپ نے تو بہ شعر تبس آکر کا الف بے فائدہ نہیں گرا۔ اگر آپ "بسا کر"

پڑھنے میں تو سستے حل ہو جانے لینے ہو شو جانے والی ہاں۔ اس میں ہے یا معترانہ؟ حضرت شاعر قابل لحاظ ہیں کہ انھوں نے مذکورہ بالا اشعار میں سننے والے کے ذہن کو حکم بند نہیں کیا۔ شاعر کے اشعار وضع ہوتے ہیں جو کوئی پڑھتا ہے وہی قائل اور متکلم سمجھا جاتا ہے لیکن ایسے شعر مستعمل کے پڑھے جائیں تو بہتر ہے۔ اللہ اردو شاعری کی جان پر رحم کرے۔ "ادب لطیف" کا گلا جب حسن صنعت لطیف کے ساتھ ہو تو گیا مگر معنوی و لفظی خوبیاں چلی گئیں۔ ساری ادا اٹھا کر چلی گئیں دم دبا کر چلی گئیں انگوٹھا دکھا کر چلی گئیں"

راقم جعفر اد باد الشعرا

شطرنج کی چال

نمبر ۰

(تتمہ ۲۰ مئی سنہ ۱۹۲۶ء)

(۲) ایک شاعر صاحب کا تخلص کنجت تھا۔ انھوں نے کسی امیر کی شان میں امید انعام قصیدہ لکھا مگر وہاں امیر کرم امساک کے مرض میں مبتلا تھا کبھی کوڑی نہ دی بار بار شاعر صاحب دربار میں حاضر ہوئے اور وہ ٹالم ٹول کی ہم ذات انی مر دیتے رہے۔ پھر کی گاڑے میں دودھ کھل تا میں میں ہو گمان۔ تصور تھا اپنے دل کا جیسے خواہ مخواہ امیدوں کی ہوا میں کے پیٹ پھیلایا تھا مگر اپنے تصور پر نادم است حضرت دل کی عادت نہیں لہذا نا امیدی کی بھڑاس ہجو کی صورت میں نکالنے لگے۔ امیر صاحب نے یہ کڑوے کسیلے گھونٹ بھی شربت کی طرح پیٹ میں اتار لیے۔ "نو عوض کے جواب میں بھی ٹکڑا نہ چیا"۔ آخر جناب شاعر ھموی رنگ ڈیوڑھی پر بیٹھ گئے۔ امیر صاحب نے ہوشمند ڈیوڑھی سے قدم باہر نکالا ادھر جناب شاعر کی صورت سامنے دکھائی دی۔ چند روز کے بعد امیر نے کہا "حضرت کنجت! آپ نے مدح میں قصیدہ لکھا ہے کہو پرواہ نہ کی پھر آپ ہجو پر اترے اور وہ بھی اس میں مگر ان اشعار اب کون سا حصہ باقی ہے جو آپ ہم تشکو ہو کے بیٹھے ہیں؟"

جناب کنجت نے فرمایا "ابھی مرثیہ کہنا باقی ہے"

ممکن ہے کہ آپ کے جانشین مرثیہ اور تاریخ وفات سننے کے بعد مدح و ذم کا چڑھا ہوا اجرت عنایت فرمائیں۔ پس باشتہار ملک الموت احقر یہاں بیٹھا ہوا ہے"

ہز ہولی نس رندھاوا مہر غافیا اسی شاعر کا پرچھاواں پڑ گیا ہے شطرنج اخبار کا "حکومت اور ہندوستان نمبر" ۲۲ مئی ۱۹۲۶ء میں نکلا۔ اس نمبر کے سرورق پر ہز ہولی نس مہنت ۱۰۰۸ بابا نرائن داس جی کی شبیہ مبارک ہے۔ اگرچہ نظم و نثر قصائد میں صفحہ ۵ سے قبل رنگین تصویر ہے جسکے ذیل میں نام کے بعد "متعلقہ رنگین نشین" کی تصریح انگریزی حروف میں ہے۔ پھر صفحہ ۱۰ کے بعد ایک پورا صفحہ مع تصویر انگریزی میں ہے یہ گویا مدح و ادامات کی گنگا ہے "جناب مقدس ... رحیم فرشتہ صفت، فیاض Our very true Devoted ..."

اردو میں ہے خوشامدانہ القاب سے یہ صفحہ پر ہے۔ اسی صفحہ میں ہز ہولی نس رندھاوا صاحب ظاہر کرتے ہیں کہ شطرنج کے اس خاص نمبر کے مصارف (چالیس ہزار) کا بار مہنت صاحب نے اپنے ذمہ انگیز فرمایا اور ہم نے انکے حکم سے یہ نمبر مرتب کیا۔ نمبر مرتب ہو کے تقسیم ہو گیا سیکڑوں مدحوں کی جنہیں بعض نے قصیدے بھی بہت شہرت ہوئی۔ خدا جانے مشتہرین سے کیا وصول ہوا۔ ممدوحوں نے کیا نذر کیا۔ کتنے نسخے فروخت ہوئے۔ حکومت کے خزانۂ عامرہ نے ایسے آڑے وقت میں جبکہ اکال سر بالشوق تمام ہنگریاں بیڑیاں میں رہتے تھے۔ در حکومت کا دیوالا نکل جاتا تھا۔ ممدوح مستوں کی روشیدونا برین گئی تھی۔ غریب رعایا کی گاڑھی کمائی سے مزد قصیدہ خوانی وہ روغن باقی کسقدر ادا کی۔ لیکن گمان غالب ہے کہ مہنت صاحب نے چالیس ہزار کی رقم گشت روامین کی ابتدا چند سال کے بعد یہاں ہو او سی مقدس تصدیق شدہ درویش کی ذات پر یہ الفاظ روا ہوئی۔

"دور حاضرہ کے بعض شناس ... اوضین
تو مرتے میں ... ولی کی صلاحیتیں پاتے ہیں جو
... و ... ہیرا ست ہو ...
ان کی تعلیم معراج کمال پر ... ہو چکی ہو مگر
... ان اوصاف ..."

چہ بسہ کوہ ز عشق زندہ بہ نصیحت است کے فلسفے سے عدم واقفیت ہے ورنہ شری مہنت بابا نرائن داس جی صاحب مد ظلہ العالی کی اندرونی حالت پر نہ تو رنجیدہ ہو کر ساہوا ریاکاری کر کے دیکھا تھا حال اس پیرانہ سالی میں بھی لاکھوں جو دانوں پر جاری ہے اور تجاہل بالم کے ... حسن لسانی کا منزل پری جاتا بچا ہوا ہے

صبح نو بام سے گزرتی ہے ۔۔ شب دل آرام سے گزرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے ۔۔ اب تو آرام سے گزرتی ہے

.... شری مہنت بابا نرائن داس جی آم آپ اس بڑھاپے کے ہوتے ہوئے بھی اپنی جمعیت کا رنگ نہیں بدلتے .... یورپ کی ایک ... میں ایک نیا فیشن یہ نکلا ہے کہ دو خوبصورت رنگیلے بچے جو دونوں سے منہ پھیرکر ان میں ... کو بیاہ کرتے ہیں جو ... امیر ... ہوتے اور اپنی ذات ہیں کرتے ... کوئی کمال رکھتے ہیں جناب بابا جی صاحب قبلہ بیسویں صدی میں کھٹیا جی کا ادب ہوتے ہیں ... کہ جس قدرت ... حقیقت سیرت نے فرکو ... او ... بیجی جو دہ حضرت میں بھی ... پرستی ... ہوئے ہیں"

مراحل جو نویسی ابھی طے نہیں ہوئے مگر قیاس کہتا ہے کہ رندھاوا صاحب اس وقت تک یہ سلسلہ جاری رکھیں گے جب تک کہ ملک الموت مادح یا ممدوح کی جان پر حملہ نہ کرے۔ یا چالیس ہزار کی ادا نا شدہ قسط حوالہ نہ کی جائے۔ حالانکہ اس قسم کے وعدے کچے سوت سے بندھے ہوتے ہیں۔ اللہ رنگے انگریزی حکومت کو ایسے ہزاروں وعدے کر چکی ہے۔

کسی شاعر کا ذکر ہے کہ اس نے ایک رئیس کی شان میں قصیدہ کہا۔ رئیس اور اس کا دربار بھر ترا واہ واہ سبحان اللہ۔ آفرین جزاک اللہ خوش کہتی۔ دوسرے ... کہتا رہا بعد ختم قصیدہ رئیس نے کہا جناب شاعر صاحب "آپکے پاس چھکڑے اور خچر بھی ہیں؟" شاعر نے پوچھا "حضور چھکڑے اور خچر کیا ہوں گے؟" فرمایا "انعام کا بے پیر لدیگا۔ لاکھوں روپیہ ہزاروں میں تلا ہے دو شالوں کی



لایا دسے اپنی دم پر دم - بم پر بم ہے بم پر بم

نوازش ہائے بیجا دیکھتا ہوں شکایت ہائے رنگیں کا گلا کیا

کارخانہ حافظ سید محمد [illegible]

تحریروں میں ۔ مارے خوشی کے جناب شاعر کی آنکھیں کانوں تک پھیل گئیں ۔ کہنے لگے حضور یہ خانہ زاد کل بار برداری کے خچر کے حاضر ہوگا ۔ دوسرے روز کا شانۂ جناب عالی پیچ پر خر گاہ میں گیا ۔ جب حضور برآمد ہوئے شاعر نے عرض کی ''حضور خوب سفر زدہ بلیاں ہیں وعدہ پورا حق ہے ۔'' خزانہ دار کو حکم دیجئے کہ وظیفہ سرکاری ان خچروں پر بار کر دیا جائے ۔ رئیس نے تر چھی نگاہوں سے دیکھا اور فرمایا ''عرض کن بابا ۔ تو مرا بسخنے خوش وقت کردی من ہم بسخنے ترا انعام دادم ۔ حرف بعوض حرف ۔ دیگر ترا چیزی از من ہیچ دعوے نیست ۔ برو ۔ راہ خود بگیر'' شاعر صاحب اپنا سا منہ لے کے چلتے پھرتے نظر آئے بات منطقی اصول کے مطابق تھی ۔

اگر شاعری اور شطرنجی قسم کی اخبار نویسی ایک چیز نہیں ہے یعنی شطرنج کی ولادت ''بابا ہزارہ'' کے باعث ہنست ہزار لائن واس جی کے بموجب حکم ہوئی تو چھپنا بکا تحریری اور زبانی ثبوت ہو سکتا تھا اور اسکے بدلے میں ضرور ہوگا ۔ شطرنج کی رقم کنڈلی یا چالیس ہزار کے تحفے پرینسکوری کے دستخط ایسی حالت میں روزانہ ہوا مکلنے سے زیادہ مناسب یہ تھا کہ وہ سیدھے کچہری کی راہ لیتے اور ''عہد شکنی'' کا دعوے کرتے ۔ لیکن ان کی تحریروں کی تمہید میں زبان حال کہتی ہیں کہ ایسا کوئی مضبوط ثبوت انکے پاس نہیں ہے ۔ اور نہیں شطرنج کا خاص نمبر نکلنے سے قبل ''پیوستہ کردم عشق ونداہس غنیمت است ، اسکے پوست کندہ حالات بھی معلوم تھے ۔ حالانکہ مدتوں یکجائی رہی اور مدعے میں فرق پڑتے ہی تو مل کی راستا بھی پیدا ہو گئی ۔ بابا ہزارہ کی وقفی جائداد کا مذہبی مصرف بھی یاد آ گیا ۔ پبلک کی توجہ کی ضرورت بھی محسوس ہونے لگی ۔ اندر کا اکھاڑا کرشن کنھیا ہی کی گو پیاں ہنست صاحب کی عیش پرستی تبلیغ بابا ہزارہ کے ڈرامے جو روحانیت کو بدنام کر رہے ہیں؟ اپنی حق پسندی ۔ بلکہ اخبار کے فرائض منصبی سب ہی باتیں پیٹ سے نکل پڑیں ۔ اگر ہنست صاحب بڑھاپے میں بد چلن آوارہ ، عیاش ، شاہد باز ، رنگیلے چھبیلے ہیں تو یقینا بجالت شباب زیادہ ان باتوں میں مبتلا ہونگے ۔ پس اور نہیں تو ہوں نہیں لکھتا ۔ معتقد ق در ویش کُشد ۔

فرائض خوشامد میں ہو سکتا ہے ۔ اس فرض اخبار نویسی نہیں ہو سکتا ۔ نہ وہ خوشامد ہی بجائی پر گھمنڈ ہوسکتی ہے نہ یہ کہ ہو ۔ یہ مضامین تو نہ ہی چغلی کھاتے ہیں کہ اگر چالیس ہزار کی رقم جیب میں پہنچ جاتی تو ہنست ہر زائن داس جی میں کوئی عیب پیدا ہوتا نہ ان کی جائداد کی آمدنی کسی بُرے کام میں صرف ہوتی ۔ زرستانی بھر کو یہ ایک عظیم الشان کارنامہ ہے ۔ اخبار نویسی کی تمامی کے بہت سے واقعے بنتے گئے ہیں مگر یہ واقعہ سب سے بڑا ہوا ہے ۔

خلف وعدہ عیب ہے صلہ نہ دینا عیب ہے ۔ لیکن اسکا عوض ایسے عنوان سے لینا جو حسن کشی کی حد تک پہنچ جائے حد سے بڑا ہے ۔ اگر یہ ہتھکنڈے اخبار نویسوں نے اختیار کیا تو اور نہیں کوئی کسی ہتھکنڈے اور خدائی گیرے کو برا کہنے کا نہیں ہے ۔ انہیں بھی کہت شاعر مرحوم کی برادری میں کہنا چاہیے ۔

راقم :- آبروئے جرنلزم

پنچ مل خدا ۔ خدا مل پنچ

انگلستانی گورنمنٹ کے بھولے تیتر

ایک ورمنخ گو امیر اس شرط پر ملازم رکھتا تھا کہ وہ خود جھوٹ بولتا ہے اور نوکر دلیل کے ساتھ اسکی تصدیق کرے ۔ آپ جانیے اگلا زمانہ کوئی تعلیم یافتہ زمانہ تو تھا نہیں جو پیشہ ور شریف اور مقدس جھوٹوں کی افراط ہوتی اور آسانی کے ساتھ ایسا نوکر مل جاتا بڑی کد و کاوش تلاش و خاک بیزی کے بعد ایک اپنے وقت کا لائڈ جارج لارڈ ریڈنگ یا بالڈون مل ہی گیا ۔

امیر صاحب کا دربار آراستہ ہے ۔ دو چھوٹی چھوٹی گپوں کا ہیچ ہے شکار کا ذکر چھڑا ہوا ہے حضور فرما رہے ہیں ''دشنا صاحب ہم نے دو تیتر شکار کئے نوکر نے پرسان کیے دھو دھلا کے تھیلی میں بھونے قاب میں رکھکے سامنے لا یا بس دفعتہ دونوں تیتر ہوا کے آسمان '' یہ داستان سنتے ہی مصاحبوں نے گردن نیچی کی دوست زیر لب

مسکرائے حضور نے نوکر کی طرف دیکھا وہ فوراً بول اٹھا ''خداوند اس دن کی آندھی بھی ہمیشہ یاد رہیگی غضب ہوا تھی کہ قہر خدا ۔ بڑے بڑے تناور درخت اس طرح جڑ سے اکھڑ کے دور جا گرے جیسے کوئی مسواک اوچھال کے پھینکے ۔ وہ تو کہیے تیتروں ہی پر ساری آفت ٹل گئی ورنہ غلام اس روز تصدق ہو گیا ہوتا ۔''

انگلستان کی کنسرویٹو حکومت جھوٹ بولنے میں اس رئیس کی اُستانی ہے اور اس گورنمنٹ کے ارکان جھوٹ پر قلعی کرنے میں اس نوکر کے دادا پیر ہیں ۔ مسٹر میکڈانلڈ کے اقتدار پر ان حضرات نے یوں بھونے تیتر اڑائے کہ مسٹر میکڈانلڈ بالشویکوں کے ایجنٹ ہیں پہلے پہل گاڑی اور اسکے بعد ایک جھوٹ سچ کا خط اخباری کالموں میں شایع ہو گیا ۔ فرزندان برطانیہ میں خیالات کی جنگ ہمیشہ برپا رہتی ہے کوئی دیکھے تو معلوم ہو کہ پارٹیوں میں باپ مارے کا بیر ہے مگر کسی پارٹی کا ایک فرد بھی یہ نہیں چاہتا کہ برٹش وقار کی ہانڈی ٹھنکنی ہو ۔ اس تحریر کی اشاعت نے بیچارے میکڈانلڈ کی ایک نہ چلنے دی صدارت عظمیٰ کی مسند سے انھیں نیچے ہی اترنا پڑا ۔ یاروں کی بن پڑی ۔ مزدوروں کا زور گھٹا بڑی پونجی کے بل بوتے پر ناچنے والوں کا ٹھاٹھ پھر درست ہو گیا جسکا ادنے کرشمہ ''ٹریڈ یونین بل'' ہے ۔ یہ بل درحقیقت مزدور جماعتوں کے لیے نیا جیل جیسا ہے ۔ اسکی وجہ سے قلمرو انگلستان میں وہ برہمی پھیلی ہوئی ہے کہ منتظم حکومت کا تھلون پیٹ پر نہیں ٹکتا ۔ ادھیر کھاج ۔ حال میں فال دہی میں موصول ہے کہ چین کی لڑائی چھڑ گئی ۔ بظاہر جنگ کا بوجھ خود انگلستانی حکومت کی پشت پر ہے ۔ ٹریڈ یونین بل کی آگ پر پانی اسی طرح پڑ سکتا تھا کہ توجہ کے اڑیل ٹٹو کی باگ کسی دوسری جانب پھیری جائے ۔ لہٰذا بقول روسیوں کے ، روسیوں کے سفارت خانہ پر یاروں نے بے کہے سنے دھاوا بول دیا ''بھونے تیتر'' کی تلاش ہونے لگی ۔ یہ صندوق دیکھا ۔ وہ الماری کھنگالی ۔ یہ میز دیکھی جہاں وہ گٹھری ٹٹولی ۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ نوکروں نے آندھی آنے کی گواہی دی پھر بھی بھونا تیتر خدا جانے کس جھوجھ میں جا چھپا کہ نہ ملنا تھا نہ ملا ۔ خیر روس مع اس کے ہے جس میں اسکی

مسروق دستاویز بھ

دھاک بندھی ہوئی ہے۔ ہاموں سام [illegible] دور سے تماشا دیکھ رہے ہیں جاپان بھی جھوٹے تیتروں کے افسانہ پر یقین نہیں رکھتا۔ کسی اور دوست میں دم درود نہیں۔ انگلستان کے مزدور ایک مرتبہ چرکا کھا چکے ہیں ادھر ہندوستانی ریاستوں کو جھوٹے تیتر اڑنے کا افسانہ سنایا گیا ہے مگر یہاں بجز چند متعصب اخبار نویسوں کے اور کوئی جھوٹ کو سچ ماننے والا نوکر موجود نہیں ہے۔ معاملات حجاز میں جو جھوٹے تیتر اڑے اوس کی رسید مسلمان بدظن ہیں۔ سکھوں کے پاس شکایتوں کا طومار پہلے ہی سے تھا اب میرٹ کے گوردوارے کے انہدام سے اس طومار کا تن و توش کچھ اور بڑھ گیا۔ حکومت ہند بغاوت کے سیکڑوں مقدمے چلا کے عملاً اس امر کی قائل ہو چکی کہ بالشوازم کی وبا ہندوستانیوں پر مسلط ہے سازش کے جھوٹے تیتر اڑتے بھی ہیں اور ہماری بولی بھی بول رہے ہیں بلکہ [illegible] کمال پھیلائے ہوئے ہے۔ لہٰذا ایک **مصلحت اندیش حکومت کی دھاک دیانت و صدق کے عملی ثبوت سے قائم ہو سکتی ہے۔** بہت جھوٹے تیتر ڈپلومیسی کی مصنوعی آندھی میں اڑ چکے اگر بالشوازم میں اتنی قوت ہے کہ انگلستان کے سے تعلیم یافتہ تربیت یافتہ قوم کو بالاث دماغ میں نفوذ کر گیا ہے تو پہلے وہیں بندباندی ہونی چاہیے۔ سفارت خانہ روس پر چھاپا مارنے کی آندھی جھوٹے تیتر اڑا سکتی ہے مگر دلوں سے رعونت کا ضعف دفع نہیں کر سکتی۔ اس کارروائی سے روس غالباً علانیہ چینیوں کا شریک ہو جائیگا۔ بتائیے اوس وقت اگر جھوٹے تیتر اڑائے گئے تو نتیجہ کیا ہوگا؟ پس چہ۔

ضرورت ہے

چند ایسے کارپردازوں کی جو اوّلاً انگلستانی [illegible] خود کو جھوٹے تیتر اڑنے کی داستان بیان کرنے سے روکیں پھر ان [illegible] گروہوں کا منہ توڑیں جو جھوٹ کی آندھی [illegible] باندھتے ہیں [illegible]۔ درخواستیں بنام مسٹر جان بل بوساطت "اودھ پنچ" دام اشتہار بمقام انگلستان بھیجو۔ تنخواہ [illegible] حیثیت ہے۔ [illegible] بڑی چیز ہے۔ [illegible] سب ہمارے [illegible] کر کے توجہ مانگو گے دی دیجئے۔

لطیفہ

راجگوپال آچاریہ، مہاتما گاندھی سے: "ہفتہ میں ایک دن تو اپنا دل بہلا لیا کیجئے"

مہاتما گاندھی: "یعنی تاش کھیلوں، ٹینس کھیلوں؟"

راجگوپال: "بچوں کے ساتھ [illegible] کا سبق پڑھا کیجئے"

مہاتما: "چھوٹے بچے تو یہاں نہیں ہیں [illegible] کھیلیے [illegible]"

[illegible] "جاؤ [illegible]"

راجگوپال: "اچھے ہیں"

مہاتما: "اچھا کچھ [illegible] اور [illegible] میں آخر وقت کیا کروں"

راجگوپال: "کچھ تماشا شغل ہونا چاہیے"

مہاتما: "اچھا تو یہاں سیا کروں"

راجگوپال: "ہاں ٹھیک ہے [illegible] گاندھی ٹوپی کے [illegible] آپ بنانے ہوتے ہیں"

ہمارے گاندھی جی کو [illegible] کا شوق بہت ہے۔ سچ پوچھئے تو ایسی مسخری [illegible] ایک ہی ہوگی۔ چرخا کاتنے میں ساتھی گاندھی ہو گئے اب ہمیں دیکھنا ہے کتنے [illegible] لیڈر [illegible] میں اونکا ساتھ دیتے ہیں۔ [illegible] صاحب مسجد میں بیٹھ کے [illegible] سے بیدو [illegible] زیادہ [illegible] کا ہے۔

المختصرات

حکایت ایک تھے مولوی صاحب بیچارے شرع کے پابند تھے۔ اتفاق سے پڑوس کی مرغی اوڑ کے ان کے گھر میں آ گری۔ بی بی نے چالاکی سے [illegible] گردن پر چھری پھیر دی۔ مولوی صاحب لاحول پڑھ کر [illegible] مال ہے مگر [illegible]۔ شام کو جب دسترخوان بچھا تو مرغی کا قورمہ سامنے پا کے [illegible] ہو گئے۔ [illegible] بی بی نے جواب دیا بے شک [illegible] اچھا تو [illegible] [illegible] مال کھانا نہیں چاہتا۔ بی بی [illegible] اتفاق [illegible] ہمارے میں [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] مرغی مولوی [illegible] صاحب کے گھر میں [illegible] [illegible] کھاتی [illegible] آ جاتے۔

[illegible] کو سوراجوں کی [illegible] میں آ گئی۔ وہ مباح تھی۔ [illegible] میں [illegible] نہ رہی [illegible] بولنا [illegible] مباح ہو جاتی۔ [illegible] ایک انگریزی [illegible] سے متعلق ہے۔ دیکھئے [illegible] کر لیجئے بڑی [illegible] نکلنے والی [illegible] میں جا پہنچے۔

ایک شاعر کا قول ہے

[illegible] مستعمل [illegible] باشد کہ [illegible] باشد

[illegible] میں [illegible] [illegible] صاحب [illegible] [illegible] صاحب کو [illegible] [illegible] اور [illegible] سے جھوٹ [illegible] [illegible]

ہم سمجھتے ہیں جب [illegible] کی اب حلق کی چھائیں اور بھوک کی چھاجوں کے [illegible] مشکل ہے۔ [illegible] سب [illegible] ہوئی اونھیں بیٹی کو طلاق دیتی تھی [illegible] قانون کے [illegible] نہیں سمجھتے۔ یا پھر کوئی شکل [illegible] تلاش کرتے [illegible] ایک [illegible] ڈال دیتے [illegible] ہو جاتی۔

مجسٹریٹوں کے دماغ میں [illegible] گھس گیا ہے [illegible] کے [illegible] لیڈروں نے [illegible] کیا ہے کہ ہم [illegible]۔ سنتے ہیں کہ [illegible] مجسٹریٹ کا حکم [illegible] قبول نہیں کیا۔ سچ [illegible] کی [illegible] کی [illegible]۔ [illegible] کیا ہے [illegible] والوں کے لیے جو کلکتہ میں مجسٹریٹ صاحب کی [illegible] کر چکے ہیں۔

لندن کے [illegible] نے [illegible] دی تھی [illegible] کھول کے [illegible] یوں میں [illegible] ہم سب مزدور [illegible] کو اور شراب کو طلاق دیں گے [illegible] ہو جائیگا۔ ہم کہتے ہیں [illegible] قول [illegible] بیان [illegible] پر [illegible] شراب کی [illegible] کی قسم۔

غذائے روحانی

معدن النغمات

یعنی

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا مین گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کی طرح سروں کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہین کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہین ہوئی اب اسی کتاب کے

حصہ دوم مین مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنی

تان سین کے عہد سے کے زمانہ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد و ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے۔

استاد محمد علی خان

میان تان سین کے آخری یادگار ہین صدہا انوکھی دھرپد و ہوریان اس کتاب مین انکے نقل کی گئی ہین بعض یہ کہ اگر آپ گلے سے ادا کرنے پر قادر ہین تو کتاب کے رموز سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت صاف ۔۔۔ کتاب مین لکھ دیے گئے ۔۔۔ [illegible] ۔۔۔ ایک عمر کی محنت کا ۔۔۔ [illegible] ۔۔۔ فی الحقیقت مصنف نے لاکھون روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت کا م لیے

اس کتاب کو مرتب کیا ہے حصہ دوم نہایت مقبول ہوا تمام ہندوستان کے استادون کا سرمایہ اس مین موجود ہے ۔ قیمت پانچ روپیہ

حصہ اول [illegible]   المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ